السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حدیث شریف میں ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ اُدھر سائنس نے بھی ثابت کیا ہے کہ مثلاً ڈھاکہ اور حیدر آباد کے درمیان ایک ایک گھنٹے کا تفاوت ہے اسی طرح جو ملک دوسرے ملکوں سے مشرق کی طرف ہیں وہاں مغرب کے ملکوں سے قبل سورج طلوع ہوتا ہے اسی طرح سورج غروب ہوتے وقت بھی نماز پڑھنے کی منع وراد ہے کیونکہ اس وقت سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے۔ حالانکہ سورج غروب ہونے کا وقت مختلف ملکوں میں الگ الگ ہے۔ مشرقی ممالک میں سورج پہلے غروب ہوتا ہے اور مغربی ممالک میں سورج دیر سے غروب ہوتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں سورج عرب ممالک کے مقابلے میں دو ڈھائی گھنٹے قبل طلوع و غروب ہوتا ہے یہ مشاہدہ کی بات ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اب سائنس والے کہتے ہیں کہ ایک ہی شیطان کئی جگہوں پر سورج کو سر دیتا رہتا ہے کیا؟ کہا جائے گا کہ یہ حدیثیں جھوٹی ہیں ورنہ یہ احادیث مشاہدات اور واقعات کے برخلاف نہ ہوتیں۔ اب قرآن وحدیث سے اس سوال کی وضاحت اور تفصیل سے جواب دیا جائے تاکہ شکوک وشبہات دور ہو جائیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

حدیث پاک پر اس بے جا اعتراض کے جواب سے پہلے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی ایک بنیادی بات یہ ہے کہ ایک سچا مومن اللہ تبارک وتعالی اور اس کے سچے مقدس رسول ﷺ کی ہر اس بات پر پورا بھروسہ اور یقین کامل رکھے جو صحیح طور پر باسند ثابت ہوا اگر کسی آدمی کا کتاب وسنت کے ثابت شدہ حقائق پر ایمان کامل نہیں ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے جب ایک انسان کتاب وسنت پر پکا اور سچا ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالی خود اس کی رہنمائی کرتا ہے جس طرح اللہ تعالی فرماتے ہیں :

وَ لَّذِينَ جَٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنكبوت:٦٩)

''جو ہماری راہ میں کوشش کرتا ہے ہم ضرور انھیں راستہ دکھاتے ہیں۔''

اور ایسے کامل ایمان والے کے لیے خود ہی ایسے اسباب علم اور ہدایت کے لیے راستے مہیا کرتا ہے کہ اس کے سارے شک وشبہات کافور بن جاتے ہیں اور اس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے لیکن جو شخص بے ایمان ہے اور اس کے دل ودماغ پر اسلام کے خلاف تعصب کے پردے لٹکے ہوئے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی کے دین کے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو ایسے آدمی کو کتاب وسنت میں غور کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا کیونکہ اس کی آنکھوں پر دشمنان اسلام کی دشمنی کا چشمہ چڑھا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کو کتاب وسنت کی باتیں اس طرح نظر نہیں آتیں جس طرح اس کو اس کے آقا پٹیاں پڑھاتے ہیں۔

پھر ایسے ملحد اور بے دین حدیث پاک کے دشمن اور متکبرین اسلام کو ان ہدایت کی باتوں میں کئی شکوک وشبہات نظر آتے ہیں چونکہ ان منکرین حدیث کا عالم ہی دوسرا ہے انہوں نے یہ عزم کیا ہوا ہے کہ خواہ مخواہ تحریف وتبدیل کر کے معنی اور مطلب کو گھما کر کوئی نہ کوئی حدیث پاک میں نقص وعیب نکالنا ہی ہے اس لیے ان کے اعتراض حق کو سمجھنے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے اور حق سے پھسلانے کے لیے ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتے ہیں :

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (الانعام : ١١٢)

مطلب کہ قرآن کریم کے مطابق انسانوں میں شیاطین یعنی (سرکش اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے والے) ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے برخلاف لوگوں کو بے ہودہ باتیں بتا کر ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر صراط مستقیم سے دور کر دیتے ہیں، اس لیے یہ منکرین حدیث بھی شیطان ہیں محض اسلام سے دشمنی کی خاطر ایسے غلط اور واہی اعتراضات اور بے ہودہ شکوک وشبہات سادہ مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے ان کو گمراہی کے عمیق گھڑے میں گرا رہے ہیں ورنہ دراصل ایمان کے لیے اس حدیث پاک میں قابل اعتراض کوئی بات ہی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مشاہدات اور واقعات کے خلاف کوئی حقیقت بتائی گئی ہے۔

صرف سمجھنے کا فرق ہے یا حسد وتعصب کا چشمہ چڑھانے کا اثر ہے۔ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اب جواب عرض رکھا جاتا ہے۔

دراصل حدیث مبارک میں یہ مشکلات اس لیے پیش آئی کہ ایک تو حدیث پاک میں لفظ ''شیطان'' ہے جس سے ابلیس مراد لیا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے دوسرا یہ کہ حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں :

((فإنها تطلع بين قرني الشيطان))

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

''کیونکہ یہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔''

یہ ترجمہ بھی غلط ہے اس لیے یہ پوری خرابی وجود میں آگئی ۔ اس احوال کی تفصیل یہ ہے کہ ''شیطان '' کا لفظ کوئی خاص ابلیس کے لیے نہیں ہے بلکہ شیطان کے معنی ہے سرکش جو اپنی سرکشی میں اور ہوگیا ہو اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتا رہے اس لیے تو قرآن کریم میں کافروں کو بھی شیطان کہا گیا ہے ۔ جس طرح سورت بقرۃ میں منافقوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالی نے فرمایا :

وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِہِمۡ قَالُوۡۤا اِنَّا مَعَکُمۡ (البقرۃ:١٤)

''یعنی جب وہ اپنے شیاطین یعنی کافروں کے ساتھ تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔''

اسی طرح سورۃ انعام میں اللہ تعالی نے فرمایا :

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا (الانعام:١١٢)

''یعنی اس طرح ہم نے شیطان جنوں اور انسانوں کو ہر نبی کے لیے دشمن بنایا ہے ۔''

اس سے ثابت ہوا کہ شیطان کوئی خاص ''ابلیس '' کا نام نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ایک گمراہ کن سرکش ہے ، پھر وہ جن ہو یا انسان وہ شیطان ہے ۔ یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ جنوں میں بھی صرف ایک ابلیس ہی شیطان نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک بڑا قافلہ ہے اگرچہ ابتدا میں ابلیس ایک ہی گمراہ تھا جس طرح انسانوں کا باپ بھی ایک ہی تھا جس سے دوسرے انسان پیدا ہوئے اور بڑھے اسی طرح ابلیس نے بھی بعد میں (مہلت ملنے کے بعد) اپنے کئی پیروکار بنا دیے ہیں جو ہر جگہ انسانوں اور جنوں کی صورت میں موجود ہیں ۔ اس حقیقت کی طرف قرآن نے کئی جگھوں پر اشارہ کیا ہے ۔ مثلا :

وَیَوۡمَ یَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا ۚ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَکۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ (الانعام:١٢٨)

''اور وہ دن جس دن اللہ تعالی سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا) اے جنوں کی جماعت تم نے انسانوں سے بڑی جماعت ساتھ لے لی ۔''

اِنَّہٗ یَرٰىکُمۡ ہُوَ وَقَبِیۡلُہٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَہُمۡ (الاعراف:٢٧)

''وہ اور اس کا گروہ تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے ۔''

فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡہَا ہُمۡ وَالۡغَاوٗنَ ٩٤ وَجُنُوۡدُ اِبۡلِیۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ (الشعراء:٩٤'٩٥)

''پھر وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیے جائیں گے ۔''

یہی سبب ہے کہ ابتدا میں تو ابلیس نے ہی بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کی تھی حتی کہ ایک بڑا لشکر تیار کر لیا بعد ازاں خود ایک جگہ بیٹھ گیا اور اس کے چیلے چھاٹے خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں اور خود ابلیس کہیں بھی نہیں جاتا الا یہ کہ کوئی بڑا معرکہ سر کرنا ہو یا کسی ایسے آدمی کو گمراہ کرنا ہو جو اس کے چھوٹے کارندوں سے گمراہ نہ ہوتا ہو یا کسی ایسی جگہ برائی پھلانی ہو جہاں اس کے چھوٹے نہ پھیلا سکتے ہوں ۔ ایسی صورتوں میں ابلیس وہاں جاکر خود کام کرتا ہے ورنہ ہر جگہ وہ نہیں جاتا بلکہ اس کے متبع ہی یہ کام سرانجام دیتے ہیں اس حقیقت کا بیان اس حدیث صحیحہ کے اندر ہے کہ :

''شیطان ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھا کر بیٹھا ہوا ہے پھر اس کے پاس اس کے چیلے چھاٹے آکر اپنی اپنی کارگزاریاں پیش کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے زنا کروایا، کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے ناحق خون کروایا ہے وغیرہ وغیرہ ، مگر ابلیس ہر ایک کو کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا پھر ایک اور آگے بڑھ کر کہتا ہے میں نے فلاں میاں بیوی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک ان کے درمیان جدائی نہ کروائی ۔ پھر ابلیس اس سے بغلگیر ہو کر کہتا ہے کہ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے ۔''

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابلیس خاص ہر جگہ نہیں جاتا بلکہ یہ کام اس کے چیلوں کے ذمے ہوتا ہے جو گمراہی پھیلاتے رہتے ہیں جب یہ حقیقت ذہن نشین ہوگئی تو حدیث کا مطلب بھی صاف ہوگیا کہ ابلیس کی طرف سے ہر ایک ملک میں شیطان مقرر ہے جو کہ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اس کے آگے کھڑا ہوا ہوتا ہے اس حالت میں کہ سورج اس کے کندھوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ (یعنی دور سے) غالبا ان دونوں کندھوں کو اس کے سینگ کہا جاتا ہے مطلب کہ مغربی پاکستان میں سورج طلوع ہوتے وقت ایک شیطان جو کہ ابلیس کی طرف سے مقرر ہوتا ہے سورج کو پیٹھ دے کر اور غیر کے پجاریوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے ۔ اور اس کے پیچھے سورج طلوع ہوتا ہے گویا وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان آہستہ آہستہ طلوع ہوتا ہے ۔

اگر سورج زمین سے بھی بڑا ہے لیکن دور سے ایک گو تھال کی طرح نمایاں دکھائی دیتا ہے اور کندھوں کے درمیان دور سے اس کی گولائی پوری طرح سے نظر آئے گی اس پر خوب غور اور تجربہ کر کے دیکھیں ۔ بہر حال چونکہ اس وقت سورج کے پجاری سورج کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور شیطان جا کر ان کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اس کو سجدہ ہو جائے بس یہی بات تھی اور یہی ان پجاریوں کے ساتھ مشابہت تھی جس کی حدیث میں منع وارد ہے ۔

اس طرح مشرقی پاکستان کے لیے الگ شیطان مقرر ہے اور عرب کے لیے الگ ہندوستان کے لیے الگ مطلب کہ ہر ملک اور خطہ کے لیے الگ الگ شیطان ابلیس کی طرف سے مقرر ہے اور غالبا واللہ اعلم حدیث میں جو لفظ ''الشیطان '' کا استعمال ہوا ہے اس میں الف لام عہدی ہے یعنی وہ خاص شیطان جو ابلیس کی طرف سے مقرر ہے ۔ بہر حال حدیث کا مطلب صاف واضح ہے جس میں کوئی شک و شبہ اور الجھن نہیں ہے ، باقی اگر منکرین حدیث اور متعصبین کو کوئی خامی یا خرابی نظر آتی ہے تو یہ ان کے نظروں کا قصور ہے ایسے لوگ حدیث کی روشنی سے اس طرح نفرت کرتے ہیں جس طرح چمگادڑ سورج کی روشنی سے نفرت کرتا ہے ۔

گر نبیند بروز شپرہ چشم

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

کیا یہ بھی کوئی انصا ہے کہ ایک لفظ کواپنے خیال اوراندھی رائے کے مطابق غلط معنی دے کرپھر اس پر اعتراض کیا جائے ؟ایسے دشمنان دین لوگ جہاں بھی شیطان لفظ پاتے ہیں وہاں ابلیس مرالیتے ہیں ۔ حالانکہ پیچھے ہم دلائل سے یہ بات ثابت کرچکے ہیں کہ شیطان کوئی خاص ابلیس کانام نہیں ہے پھر جن لوگوں کے علم کا مبلغ بھی یہ ہے کہ جن کوکتاب وسنت کا اتنا علم بھی نہیں ہے توان کوکیا حق ہے کہ وہ احادیث مبارک کے اندرزبان دارزی کریں ۔ اول توایسے حضرات پوراعلم حاصل کریں پھر اپنی زبان سے کچھ بولنے کی جرات کریں ۔ سندھی میں کہاوت ہے ۔

’’اک لپی کون کبڑخان چنڈڈتو ‘‘

یعنی آنکھ ہے ہی نہیں اور کھبڑخان گیا ہے چاند دیکھنے ۔

کیا یہ بھی علمی دیانت ہے کہ اپنے خیال سے شیطان کی معنی ابلیس لے کراس طرح کی بے ہودہ الزام تراشی کی جائے کہ اب ایک شیطان کتنی جگھوں پر سورج کو سر دیتا رہے گا؟

اللہ اکبر!اللہ تعالی کی شان ہے کہ آج کل ایسے بے عمل اور کورچشم بھی پاک پیغمبر ﷺ کے مبارک کلام پر اعتراض کرتے ہیں اوراحادیث پاک کونشانہ طعن وتشنیع بناتے ہیں ۔ سچ تویہ ہے کہ یہ زبردست علمی خیانت ہے ۔ دشمنان رسول ﷺ اس کے مرتکب ہورہے ہیں ۔ اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے :

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الحج:٤٦)

’’اصل میں ان کے دل اندھے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کوئی چیز نظر نہیں آتی ۔ ‘‘

((اللهم أعذنا من عمى القلوب))

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے جس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے اورنہ ہی مشاہدہ کے خلاف کوئی بات ہے ۔ معترض کا اعتراض سراسر بیہودہ اورواہی ہے ۔
ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر118

محدث فتویٰ